بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک سلام سے تین رکعت وِتر جائز نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

لا توتروا بثلٰث اوتروا بخمس او سبع ولا تشبّھوا بصلوٰۃ المغرب
تین ۳ رکعت وتر مت پڑھو پانچ رکعت وتر پڑھ لو یا سات رکعت وتر پڑھ لو لیکن صلوٰۃ المغرب سے مشابہت مت پیدا کرو۔

{رواہ الدارقطنی وقال کلھم ثقات ورواہ الحاکم وصححہ ھو والذھبی ورواہ ابن حبان وصححہ ھو والعراقی ومجد الدین الفیروزآبادی وابن القیم (تعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی صـ۱۷۲ ونیل جزء ۳ صـ۳۱)}

یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے اور بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث نے صاف فیصلہ کر دیا کہ تین رکعت وتر نہیں پڑھنے چاہئیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تین رکعت وتر پڑھنے جائز تو ہیں لیکن اس طرح کہ صلوٰۃ المغرب سے مشابہت نہ ہو اور وہ اس طرح کہ دوسری رکعت پر بیٹھا نہ جائے بلکہ صرف تیسری رکعت پر بیٹھا جائے۔ اور اس کی دلیل میں وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں :-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلٰث لا یقعد الا فی اٰخرھن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے، ان میں صرف آخری رکعت پر بیٹھتے تھے۔

{رواہ الحاکم عن عائشۃ رضـ وصححہ علی شرط الشیخین۔ بلوغ الامانی جزء ۲ صـ۲۹۴}

یہ حدیث متناً مشکوک ہے، اور اس کی کئی وجوہ ہیں جو درج ذیل ہیں :-

(۱) امام بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں لکھتے ہیں :-

وروی ابان بن یزید عن قتادۃ وقال فیہ : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلٰث لا یقعد الا فی
ابان بن یزید نے قتادہ سے حدیث روایت کی جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ۳ رکعت وتر پڑھتے تھے ان میں کسی رکعت پر نہ

اخرهن وهو بخلاف رواية ابن ابی عروبة وهشام الدستوائی ومعمر وھمام عن قتادة {تعلیق المغنی شرح دار قطنی صـ۱۷۲}

بیٹھتے سوائے آخری کے۔ لیکن یہ روایت اس کے خلاف ہے جو قتادہ سے ابن ابی عروبہ، ہشام الدستوائی، معمر اور ہمام نے روایت کی ہے۔

امام بیہقی کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ قتادہ سے اکیلے ابان نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے، قتادہ کے دوسرے چار شاگردوں نے اس کو دوسرے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ نسائی کی روایت میں ان چاروں کی متابعت سعید نے بھی کی ہے۔ لہٰذا پانچ کے متفق علیہ الفاظ کے مقابلہ میں ابان اکیلے کے الفاظ صحیح نہیں ہو سکتے۔ صحیح وہی ہیں جو ان پانچ نے بیان کئے ہیں۔ اور وہ الفاظ درج ذیل ہیں جو ابن ابی عروبہ کی روایت سے امام بیہقی نے خود ہی نقل کئے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلّی اللهُ علیه وسلّم لا یسلم فی رکعتین الاولیین من الوتر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(تعلیق المغنی صـ۱۷۳)

یہی الفاظ امامِ حاکم نے بھی نقل کئے ہیں اور حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور اسی مضمون کے الفاظ نسائی میں ہیں۔

(۲) اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ہیں، اور وہ تین رکعت وتر پڑھنے کی مخالف ہیں۔ وہ فرماتی ہیں:-

الوتر سبع او خمس وانی لاکرہ ان یکون ثلاثا بتیراء (رواہ محمد بن نصر فی قیام اللیل وصحح العراقی۔ نیل الاوطار جزء ۳ صـ۳۱)

وتر سات بھی ہیں، پانچ بھی ہیں، اور بے شک میں تین دُم کٹے کو مکروہ سمجھتی ہوں۔

اگر حضرت عائشہ رضؓ نے "لا یقعد" یا "لا یسلم" کے لفظ کہے ہوتے تو وہ تین کو مکروہ کیوں کہتیں۔

امام احمد نے حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث کو ضعیف کہا ہے {منتقی الاخبار جزء ۳ صـ۳۰}

امام بیہقیؒ نے بھی اس کو خطا ر بتایا ہے {نیل الاوطار جز ۳ ص ۳۱}
کیونکہ " لا یقعد " کے الفاظ ثابت نہیں ہیں لہذا مشابہت بالمغرب کو کالعدم کرنے کی یہ صورت خود کالعدم ہے، اور کیونکہ بقول امام احمد یہ حدیث ضعیف ہے لہذا " لا یسلم " بھی ثابت نہیں لہذا تین رکعت ایک سلام سے پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

مشابہتِ اصلی تین رکعت وتر پڑھنے کی ممانعت میں جو الفاظ وارد ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ مغرب سے مشابہت تعدادِ رکعات میں ممنوع ہے نہ کہ طرزِ ادائیگی میں۔ اگر صرف طرزِ ادائیگی میں مشابہت ممنوع ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین ۳ رکعت سے منع نہیں فرماتے بلکہ یہ فرماتے کہ " تین رکعت وتر پڑھو مگر مغرب سے مشابہت نہ کرو "۔ اور کیونکہ ایسے الفاظ حدیث میں نہیں ہیں لہذا مشابہت بالعدد ممنوع ہوئی نہ کہ مشابہت بالطریق۔

مشابہت بالعدد کے ممنوع ہونے پر ایک اور قرینہ بھی حدیث میں موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ تین کی ممانعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " پانچ ۵ رکعت وتر پڑھ لو یا سات رکعت وتر پڑھ لو " اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ تعداد میں بڑھا کر پانچ ۵ پڑھ لو یا سات پڑھ لو لیکن تین نہ پڑھو۔ پانچ ۵ اور سات کا ذکر صاف بتا رہا ہے کہ مشابہت بالعدد مراد ہے نہ کہ مشابہت بالطریق۔

الغرض حدیثِ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ تین ۳ رکعت وتر اکھٹی خواہ کسی طرح سے بھی پڑھی جائیں ناجائز ہیں۔

اعتراض بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ۳ رکعت وتر پڑھے ہیں اور یہ حدیثیں بالکل صحیح ہیں لہذا تین رکعت بھی جائز ہیں۔

جواب تین ۳ رکعت وتر پڑھنے کی احادیث ذیل میں درج کی جارہی ہیں :-

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ :-
" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کی صلوٰۃ میں) چار ۴ رکعت پڑھتے،

کچھ نہ پوچھو کہ کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں۔ پھر چار رکعت پڑھتے، کچھ نہ پوچھو کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں۔ پھر تین رکعت پڑھتے "۔"
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اس حدیث کے کئی جوابات ہیں جو درج ذیل ہیں :-

۱۔ اس حدیث میں ہے کہ چار پڑھیں، پھر چار پڑھیں، پھر تین پڑھیں۔ اگر تین اکھٹی تھیں تو چار چار بھی اکھٹی ہوئیں۔ لیکن اس کا نہ کوئی قائل ہے نہ عامل کہ تہجد و تراویح چار چار رکعت اکھٹی پڑھی جائیں۔ جب وہ چار چار اکھٹی نہیں تھیں تو یہ تین بھی اکھٹی نہیں تھیں۔ اس حدیث میں تین رکعت کو ایک سلام سے پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

۲۔ اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ صدیقہ رض ہیں۔ وہ ان گیارہ رکعات کی تشریح خود کرتی ہیں۔ فرماتی ہیں :-

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى مابين ان يفرغ من صلاة العشاء الى الفجر احدى عشرة ركعة يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة -	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء اور فجر کے درمیان گیارہ رکعت پڑھتے تھے، ہر دو پر سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ نہ چار ایک سلام سے تھیں اور نہ تین ایک سلام سے تھیں۔

چار اور پھر چار اور پھر تین کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں کچھ دیر آرام فرما لیا کرتے تھے۔ اور یہ چیز متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رض فرماتے ہیں :-

توضأ ثم قام فصلى ثم اضطجع ثم قام فخرج ..... ثم رجع فتسوك	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو اُٹھے آپ) نے وضوء کیا پھر صلوۃ ادا کرتے کھڑے

فتوضأ ثمّ قام فصلّى (صحیح مسلم باب السّواک) وفی روایۃ قام فصلّی رکعتین ...... ثم انصرف فنام ..... ثمّ فعل ذٰلک ثلاث مرّات (صحیح مسلم باب الدعا فی صلاۃ اللیل)

ہوگئے، پھر آپ لیٹ گئے، پھر آپ باہر تشریف لے گئے۔ پھر واپس تشریف لائے، سواک کی، پھر وضوء کیا پھر کھڑے ہوکر صلوٰۃ ادا کرنے لگے، ایک روایت میں ہے کہ آپ ہر ۲ دو رکعت پڑھنے کے بعد لیٹ گئے۔ تین مرتبہ آپ نے ایسا کیا۔

حضرت عائشہ رضؓ کی مندرجہ بالا حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا:۔

یا رسُولُ اللہ تنام قبل ان توتر قال تنام عینی ولا ینام قلبی (صحیح بخاری کتاب ابواب المناقب باب کان النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم تنام عینہ ولا ینام قلبہ)

اے اللہ کے رسول! کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا۔

۳۔ اوپر صحیح سند سے یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ تین ۳ رکعت کو دُم کٹی سمجھتی تھیں اور تین ۳ رکعت وتر کو ناپسند کرتی تھیں، اگر رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ تین ۳ رکعتیں متّصل ہوتیں تو وہ تین ۳ کو ناپسند کیوں کرتیں؟

ان تین وجوہ کی بنا پر ثابت ہوا کہ یہ تینوں رکعتیں متصل نہیں تھیں۔ بلکہ ۲ دو پڑھ کر سلام پھیرتے تھے، پھر ایک رکعت پڑھتے تھے۔

(۲) دوسری روایت جو تین ۳ رکعت کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے:۔

حضرت ابن عبّاس رضؓ فرماتے ہیں:۔

ثم اوتر بثلٰث (صحیح مسلم باب الدّعاء فی صلوٰۃ اللیل)

پھر رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تین ۳ رکعت وتر پڑھیں۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ:۔

۱۔ اس میں ان تین ۳ رکعتوں کے متّصل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، ۲ دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر فوراً ایک رکعت پڑھی جائے تو اسے بھی عموماً تین ۳ رکعت کہہ دیا کرتے ہیں۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے وتر کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا :۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول رکعۃ من اٰخر اللیل (صحیح مسلم ج: صلوٰۃ اللیل مثنٰی مثنٰی)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا وتر آخر رات میں ایک رکعت پڑھنے کو کہتے ہیں ۔

۳۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :۔

الوتر سبع او خمس ولا نحب ثلاثا بتراء (رواہ محمد بن نصر فی قیام اللیل وسندہ صحیح ۔ نیل الاوطار جزء ۳ ص۳۱)

وتر سات یا پانچ پڑھ لئے جائیں لیکن تین دُم کٹے ہم پسند نہیں کرتے ۔

اگر حضرت ابن عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا تھا تو وہ کیسے تین کو دم کٹا کہتے اور اُسے ناپسند کرتے ؟

الغرض اِس حدیث میں بھی تین سے دو اور پھر ایک رکعت مُراد ہے ۔ اس قسم کی جتنی بھی حدیثیں ہیں جن میں تین رکعت وتر پڑھنے کا ذکر ہے ان سب میں تین سے دو اور پھر ایک رکعت مُراد ہے ، اور اس کا مزید ثبوت آگے آرہا ہے ۔

(۳) تیسری حدیث جو اِس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے وہ حضرت ابوایوبؓ سے مروی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُوتِرَ بِخَمْسٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُوتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُوتِرَ بِوَاحِدَۃٍ فَلْیَفْعَلْ (رواہ ابوداؤد واحمد وسندہ صحیح)

جو شخص پانچ رکعت وتر پڑھنا چاہے وہ پانچ رکعت پڑھ لے جو شخص تین رکعت وتر پڑھنا چاہے وہ تین رکعت پڑھ لے اور جو شخص ایک رکعت وتر پڑھنا چاہے وہ ایک رکعت پڑھ لے ۔

اس حدیث کے بھی کئی جواب ہیں ۔

۱۔ یہ حدیث موقوف ہے ، مرفوع نہیں ۔ علامہ احمد عبدالرحمٰن البنّا السّاعاتی لکھتے ہیں :۔

قال الحافظ فی التلخیص وصحح أبو

حافظ ابن حجرؒ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ امام ابو حاتمؒ

حاتم والذهلی والدارقطنی و البیهقی وغیر واحد وقفه و هو الصواب (بلوغ الامانی جزء۲ ص۲۹۳)

امام ذہلیؒ، امام دارقطنیؒ، امام بیہقیؒ اور کئی اور ائمہ نے اس کے موقوف ہونے کو صحیح کہا ہے اور یہی صحیح ہے (کہ یہ موقوف ہے مرفوع نہیں ہے)۔

۲۔ اگر یہ حدیث مرفوع مان لی جائے تو پھر یہ ممانعت کی حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ اُس میں تین کی ممانعت، اِس میں تین کی اجازت۔ اس تضاد کا آخر حل کیا ہے، کونسی حدیث پہلے کی ہے اور کونسی بعد کی۔؟

اگر ممانعت کی حدیث پہلے کی ہے تو پھر اجازت کے الفاظ اس طرح ہونے چاہیئے تھے کہ "میں نے پہلے تمہیں تین ۳ رکعت سے منع کیا تھا اب اجازت دیتا ہوں"۔ لیکن اس قسم کے الفاظ اجازت کی حدیث میں نہیں ہیں حالانکہ اس قسم کے الفاظ دوسرے مسائل کے سلسلہ میں کتبِ حدیث میں ملتے ہیں، مثلاً :-

نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها (صحیح مسلم)

میں نے تمہیں قبرستان جانے سے منع کیا تھا لیکن (اب) تم جا سکتے ہو۔

کیونکہ تین رکعت کی اجازت کے الفاظ اس طرح وارد نہیں ہوئے لہٰذا ممانعت کی حدیث پہلے کی نہیں ہو سکتی، بعد کی ہی ہو سکتی ہے۔

کیونکہ ممانعت کی حدیث بعد کی ہے لہٰذا اس نے تین کی اجازت کو منسوخ کر دیا۔

(۴) چوتھی حدیث جو اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے وہ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں :-

ان رسُولُ الله صلی الله علیه وسلم کان یوتر بثلٰث (احمد و ترمذی)

بے شک رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں بھی یہ نہیں کہ یہ تین ۳ رکعت ایک سلام سے ہوتی تھیں۔ مزید برآں اس کی سند میں ایک راوی حارث ہے جو کذّاب ہے، لہٰذا یہ حدیث کالعدم ہے۔

(۵) پانچویں حدیث جو اس سلسلہ میں کئی صحابیوں سے مروی ہے یہ ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سبّح اسم ربّك الاعلٰی۔ دوسری میں قل

یٰاَیُّھَا الکٰفرون اور تیسری میں قل ھو اللہُ احد پڑھتے تھے۔ (رواہ النسائی واحمد وسندہ صحیح)

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ بلکہ ایک حدیث کے الفاظ تو صاف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ تین رکعت دو سلام سے ہوتی تھیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرّکعتین اللتین یوتر بعدھما بسَبّح اسْمَ ربّک الاعلیٰ وقل یٰاَیُّھا الکٰفرون ویقرأ فی الوتر بقل ھو اللہ احدٌ وقل اعوذ بربّ الفلق و قل اعوذ بربّ النّاس { رواہ الدارقطنی ۱۷۲ ورواہ الحاکم وسندہ صحیح (المستدرک ۱/۳۰۵ والتعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۱/۳۹۷)}	بے شک رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعتوں میں جن کے بعد وتر پڑھا جاتا ہے سبّح اسم ربّک الاعلیٰ اور قل یٰاَیُّھا الکافرون پڑھتے تھے اور وتر میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین رکعت وتر وہ ہوتے ہیں کہ جن میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے اور پھر ایک رکعت وتر پڑھا جائے۔ اس قسم کی تمام احادیث جن میں تین رکعات وتر کا ذکر آیا ہے وہ اسی تشریح پر محمول ہوں گی۔

ایک حدیث میں حضرت اُبیؓ کی روایت سے نسائی میں یہ الفاظ ہیں :-

لا یسلم الّا فی اٰخرھنّ۔ — سلام نہیں پھیرتے تھے مگر آخر میں۔

مگر یہ الفاظ مشکوک ہیں۔ اس کی سند میں سعید بن عبدالرحمٰن ہیں جن سے اس کو زبید، قتادہ، ذر اور عزرہ نے روایت کیا ہے (نسائی و دارقطنی) لیکن سوائے عزرہ کے باقی حضرات نے ان الفاظ کو روایت نہیں کیا۔ عزرہ کی تعدیل صرف اس حد تک ہے کہ وہ مقبول ہیں (تقریب) لیکن اس روایت میں انہوں نے تین ثقہ راویوں کی مخالفت کی

ہے۔ لہٰذا یہ روایت مشکوک ہے۔ مزید برآں جب قتادہ براہِ راست سعید بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں تو ان الفاظ کا ذکر نہیں کرتے اور جب درمیان میں عزرہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان الفاظ کا ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی عن کے ذریعہ سے۔ یہ چیز بھی اس روایت کو مزید مشکوک بنا دیتی ہے۔ مزید برآں اس سند میں سعید بن عروبہ ہیں جن سے یہ حدیث عیسیٰ بن یونس اور عبدالعزیز بن خالد نے روایت کی ہے۔ عیسیٰ ثقہ ہیں، انہوں نے ان الفاظ کو بیان نہیں کیا، عبدالعزیز نے بیان کیا ہے۔ جن کی تعدیل صرف مقبولیت کی حد تک ہے۔ امام شوکانی لکھتے ہیں :-

رجال اسنادہ ثقات الا عبدالعزیز بن خالد وھو مقبول {نیل جزء ۳ صفحہ ۲۹}

اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں سوائے عبدالعزیز بن خالد کے اور وہ مقبول ہیں۔

غرض یہ کہ اس حدیث میں ۲ دو ایسے راوی ہیں جنہوں نے ثقہ لوگوں کی مخالفت کی ہے، لہٰذا یہ حدیث مشکوک ہے۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر ۲ دو سلام سے پڑھتے تھے

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ان عبد اللہ ابن عمرؓ کان یسلم بین الرکعتین والرکعۃ فی الوتر حتّٰی کان یأمر ببعض حاجتہ (صحیح بخاری)

بے شک حضرت عبداللہ بن عمرؓ وتر کی ۲ دو رکعت اور ایک رکعت کے درمیان سلام پھیر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اپنے کسی کام کا حکم بھی دے دیا کرتے تھے۔

عن ابن عمر قال کان رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفصل بین الوتر والشفع بتسلیمۃ ویسمعناھا (رواہ احمد وسندہ قوی۔ بلوغ جزء ۴ صفحہ ۳)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اور جفت (یعنی ایک اور دو) کے درمیان سلام پھیر کر فصل کر لیا کرتے تھے اور سلام (کی آواز) ہمیں سنایا کرتے تھے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ۲ دو رکعت پڑھ کر پھر ایک رکعت پڑھنے کو تین ۳ رکعت

وتر کہا جاتا ہے، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو[2] اور ایک کے درمیان سلام پھیر دیا کرتے تھے۔

قول و فعل میں تضاد ہو تو کیا کیا جائے؟

اگر رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں تضاد ہو تو کیا کرنا چاہیئے؟ بعض لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ ایسی صورت میں دونوں عمل جائز ہوں گے۔ یعنی اگر تین[3] سے منع کیا ہے اور کوئی شخص اس پر عمل کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اور اگر رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین[3] پڑھے ہیں تو جو شخص اس پر عمل کرتا ہے تو وہ بھی کوئی برا کام نہیں کرتا، اس کا عمل بھی سنّت کے مطابق ہے۔ ان لوگوں کا یہ اصول اس مفروضہ پر قائم ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام سے منع کرنے کے بعد پھر خود ہی اُس کو کر لیا کرتے تھے اور آپ کے عمل کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اس کام کو کر لینا بھی جائز ہے اگرچہ ممانعت کی وجہ سے نہ کرے تو بہتر ہے۔

یہ اصول کتنا قبیح ہے۔ اس کی قباحت کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کے قول و فعل میں تضاد ہو تو اس کو شریف آدمی کہنا بھی صحیح نہیں، چہ جائیکہ اُسے نبی کہا جائے۔ یہ اصول کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کا حکم دوسروں کو دیتے تھے وہ کام خود نہیں کرتے تھے، یا جس کام سے دوسروں کو منع کرتے تھے خود وہی کام کرتے رہتے تھے بالکل خلافِ قرآن مجید ہے اور شانِ نبوّت کے سراسر منافی ہے۔ حیرت ہے کہ یہ اصول کہاں سے نکلا، کس آیت یا حدیث پر اس کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں جو کچھ ملتا ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ مزید برآں اس اصول کی خاطر ہر جگہ یہ بات فرض کر لی گئی ہے کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل، جو آپ کے قول کے خلاف واقع ہوا ہے وہ اس قول کے بعد واقع ہوا ہے۔ اگرچہ اس قسم کی بات کے لئے دلیل کی ضرورت تھی کہ واقعی وہ کام رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں کیا ہے، لیکن اس جگہ بے دلیل ہی ایک چیز کو حقیقت سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی روشنی میں اصول یہ ہونا چاہیئے تھا کہ رسُولُ اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے قول کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اور اگر کوئی ایسا فعل ہمیں مل جاتا ہے تو وہ قول کے بعد کا نہیں ہو سکتا بلکہ قول سے پہلے کا ہوگا۔

اوّل تو یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ۳ رکعت وتر ایک سلام سے پڑھے جیسا کہ امام محمد بن نصرؒ نے لکھا ہے :-

لم نجد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبرًا ثابتًا صریحًا انہ اوتر بثلث موصولۃ قال نعم ثبت عنہ انہ اوتر بثلث لکن لم یبین الراوی ھل ھی موصولۃ او مفصولۃ (نیل جز ۳ ص ۳۱)

ہمیں ایسی کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ۳ رکعت وتر اکھٹے پڑھے البتہ یہ تو ثابت ہے کہ آپ نے تین ۳ رکعت وتر پڑھے لیکن راوی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ تین ۳ اکھٹے تھے یا علیحدہ۔

اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ۳ رکعت وتر ایک سلام سے پڑھے ہیں تو آپ کا یہ فعل آپ کے قول کے خلاف واقع ہوگا اور ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ آپ نے تین ۳ رکعت وتر ممانعت کا حکم دینے سے پہلے پڑھے ہوں گے، ممانعت کے حکم نے موصولاً تین رکعت وتر پڑھنے کو منسوخ کر دیا۔

اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ آپ نے تین رکعت وتر کی ممانعت کے بعد تین ۳ رکعت وتر موصولاً پڑھے تو پھر یہ امکان ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو۔ ایسی صورت میں ہمارا قول یہ ہوگا کہ

"آپ کو جو حکم ملا تھا وہ آپ نے کیا۔ ہمیں جو حکم ملا ہے ہم وہ کریں گے۔"

اور ہمیں جو حکم ملا ہے وہ یہ ہے کہ ہم تین ۳ رکعت اکھٹی نہ پڑھیں۔

ماخذ: "صلوٰۃ المسلمین"

جلسۂ استراحت

پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ جانے کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں۔

جلسۂ استراحت کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) حضرت مالک بن حویرث رض کہتے ہیں کہ :-

" انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلوٰۃ پڑھتے دیکھا، جب آپ اپنی صلوٰۃ کی طاق رکعت میں ہوتے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے جب تک سیدھے نہ بیٹھ جاتے۔" (صحیح بخاری)

(۲) حضرت ابو حمید ساعدی رض فرماتے ہیں کہ :-

" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی طرف سجدہ کے لئے جھکتے ...... پھر اُلٹے پیر کو موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے، پھر سجدہ کے لئے جھکتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور پیر موڑ کر بیٹھ جاتے اور حالتِ اعتدال میں آجاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آتی، پھر کھڑے ہو جاتے۔ تمام صحابہ رض نے جو اس مجلس میں تھے حضرت ابو حمید رض سے کہا تم نے ٹھیک بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح صلوٰۃ پڑھتے تھے۔" (رواہ الترمذی وروی ابوداؤد نحوہٗ وصححہ الترمذی)

ابوداؤد اور ترمذی کی روایت کے مطابق یہ دس صحابہ رض کی مجلس تھی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جلسۂ استراحت کی تصدیق ۱۰ صحابیوں نے کی، کسی ایک نے بھی اس کے سنّت ہونے سے انکار نہیں کیا۔

نوٹ : عربی متن کے لئے "صلوٰۃ المسلمین" دیکھئے۔

(۳) رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

" پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے ، پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ ، پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کرو ، پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اپنی پوری صلوٰۃ میں اسی طرح کرو" (صحیح بخاری کتاب الاستئذان)

اس حدیث میں رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلسۂ استراحت کا حکم دیا ہے لہٰذا اب اس سے انکار کرنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

اگر یہ کہا جائے کہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں امام عبیداللہؒ کے دو شاگردوں میں سے صرف ایک شاگرد (یعنی عبداللہ بن نمیرؒ) نے اس جلسہ کا ذکر کیا ہے اور دوسرے شاگرد (یعنی ابو اسامہؒ) نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن نمیرؒ ثقہ ہے لہٰذا اس کا انفراد بھی حجت ہے۔ ثقہ کی زیادتی اہل علم کے نزدیک قابل قبول ہے۔ اگر کوئی شخص کسی بات کا ذکر نہیں کرتا تو یہ عدم ذکر ہوتا ہے اور عدم ذکر سے عدم شیئ لازم نہیں آتا۔ لہٰذا جس نے ذکر کیا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا اور اُس کی بیان کردہ چیز کو تسلیم کرنا ہو گا۔

دوسرا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ ابو اسامہؒ نے بھی جلسۂ استراحت کا ذکر کیا ہے اور یہ روایت امام اسحٰق بن راہویہؒ کی مسند میں موجود ہے۔ صاحبِ بدر المنیر نے اس روایت کو عبداللہ بن نمیرؒ کی روایت کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اور امام شوکانی نے اس پر سکوت کیا ہے۔ (نیل الاوطار جزء ۲ صفحہ ۲۲۳)

امام بخاریؒ نے ابو اسامہؒ کی روایت کی طرف اشارہ کر کے پھر عبداللہ بن نمیرؒ کی تائید میں امام عبیداللہؒ کے تیسرے شاگرد (یحیٰی بن سعیدؒ) کی روایت کو پیش کیا ہے ، اور وہ یہ ہے :-

" رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ ۔" (صحیح بخاری کتاب الاستئذان)

الغرض امام عبیداللہؒ کے تینوں شاگرد اس پر متفق ہیں ۔

(۴) صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کئی صحابیوں سے مروی ہے۔ اس حدیث میں بھی جلسۂ استراحت رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے قولاً ثابت ہے۔ {سندھا حسن (مرعاۃ جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۳)} ماخذ: "صلوٰۃ المسلمین"

رکوع ملنے سے رکعت شمار نہیں ہوتی

یہ چیز تو متفق علیہ ہے کہ صلوٰۃ میں قیام اور قرأت فرض ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت شمار ہو گی یا نہیں۔

رکوع میں ملنے والے کو نہ قیام ملتا ہے اور نہ قرأت، گویا اُس رکعت میں اس کے دو فرض چھوٹ جاتے ہیں۔ رکعت ناقص رہ جاتی ہے لہٰذا اس رکعت کا نہ ہونا بالکل ظاہر ہے البتہ اگر ایسی کوئی حدیث مل جائے جس میں یہ ہو کہ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے تو پھر سب کو اس کا قائل ہونا پڑے گا لیکن ایسی کوئی صریح، صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں، جو حدیثیں اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں انہیں ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں اور ان پر جو کلام کیا گیا ہے اسے بھی تحریر کر رہے ہیں:۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

"جس نے صلوٰۃ میں سے ایک رکعت پالی قبل اس کے کہ امام اپنی پیٹھ سیدھی کرے تو اس نے صلوٰۃ کو پالیا"

اس حدیث کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن حمید ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں:۔

"یحییٰ بن حمید مجہول ہے، اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ (جزء القراءۃ صفحہ ۵)

امام بخاریؒ نے اس حدیث کی متعدد اسناد بیان کرکے ثابت کیا ہے کہ اس حدیث کا متن دراصل یہ ہے:۔

جس نے صلوٰۃ میں سے ایک رکعت پالی تو اس نے صلوٰۃ پالی۔ (جزء القراءۃ صفحہ ۵۱)

کیونکہ حدیث زیر بحث کا ایک راوی مجہول ہے، اس نے حدیث کی روایت میں

ثقہ لوگوں کی مخالفت کی ہے، متن کو بدل دیا ہے لہذا یہ حدیث قابل حجت نہیں۔

(۲) حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

" جب تم صلوٰۃ کے لئے آؤ اور ہم سجدہ کر رہے ہوں تو سجدہ کرو اور اسے کچھ بھی شمار نہ کرو اور جس نے رکعت پائی اس نے نماز پائی۔"

اس حدیث کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن سلیمان ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں :۔

"یحییٰ منکر الحدیث ہے۔" (جزء القراءۃ ص۵۶)

پھر آگے لکھتے ہیں :۔

" اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔" (جزء القراءۃ ص۵۶)

الغرض یہ حدیث بھی ناقابل حجت ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ (صحیح بخاری باب من ادرك من الصلوٰۃ رکعۃ)

جس نے صلوٰۃ میں سے ایک رکعت پالی اس نے صلوٰۃ پالی۔

جو لوگ رکوع میں ملنے سے رکعت مانتے ہیں وہ اس حدیث میں رکعت کے معنی رکوع کرتے ہیں اور صلوٰۃ کے معنی رکعت کرتے ہیں۔ ان کے لحاظ سے حدیث مذکور کا ترجمہ یہ ہوا :۔

" جس نے رکعت میں سے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔"

یہ ترجمہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں دو لفظوں کے بلا ضرورت ایسے معنی کئے گئے ہیں جو اصطلاحاً معروف نہیں لہذا یہ حدیث بھی حجت نہیں۔

انتباہ مندرجہ بالا تینوں حدیثیں حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہیں، اگر یہ حدیثیں اس بات پر دلالت کرتیں کہ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے تو حضرت ابوہریرۃؓ بھی اسی کے قائل ہوتے لیکن حضرت ابوہریرۃؓ رکوع میں ملنے سے رکعت شمار کرنے کے قائل نہیں۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں :۔ " تمہارے لئے کافی نہیں مگر یہ کہ تم امام کو اس سے

پہلے کہ وہ رکوع کرے کھڑا ہوا نہ پاؤ۔" (جزء القراءۃ للبخاری ص۳۵ وسندہ صحیح)۔ (۴) حضرت ابوبکرہؓ کہتے ہیں :۔ اَنَّهُ انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ (صحیح بخاری باب اذا رکع دون الصف)۔" وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے، انہوں نے صف میں شامل ہونے سے پہلے رکوع کر دیا، اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہاری حرص زیادہ کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔

رکوع میں ملنے سے رکعت شمار کرنے والے اس حدیث میں "وَلَا تَعُدْ" کو "وَلَا تُعِدْ" پڑھتے ہیں، اگر ان کی یہ بات صحیح مان لی جائے تو ترجمہ یہ ہوگا :۔ "اللہ تمہاری حرص کو زیادہ کرے، نہ لوٹاؤ ۔"

یہ ترجمہ خود بتا رہا ہے کہ "وَلَا تُعِدْ" صحیح نہیں۔ کتنی بے جوڑ عبارت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جا رہی ہے۔ آخر "نہ لوٹاؤ" کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ کیا انہوں نے پوچھا تھا کہ اس صلوٰۃ کو لوٹاؤں تو اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(نہیں تمہاری صلوٰۃ ہو گئی) اور (اب) تم (صلوٰۃ) نہ لوٹاؤ۔" لیکن ایسی کوئی بات حدیث میں موجود نہیں لہذا "وَلَا تُعِدْ" کسی حال میں صحیح نہیں۔ پھر اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ انہوں نے رکوع میں شامل ہو جانے کی وجہ سے اس رکعت کو شمار کیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو ادا نہیں کیا تھا اور جب یہ چیز حدیث میں نہیں تو یہ حدیث رکوع میں ملنے سے رکعت شمار کرنے کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے؟ پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ پہلی رکعت کے رکوع میں ملے تھے یا کسی اور رکعت کے رکوع میں ملے تھے۔ اگر کسی اور رکعت کے رکوع میں ملے تھے تو پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد ضرور فوت شدہ رکعتیں پڑھی ہوں گی، ہو سکتا ہے اسی میں وہ رکعت بھی شامل ہو جس کے رکوع میں وہ ملے تھے۔ الغرض جن باتوں کی تصریح اس حدیث میں نہیں ہے محض قیاس سے ان کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں :۔ تمام روایات میں یہ لفظ "تَعُدْ" ہی ہے نہ کہ "تُعِدْ" (فتح الباری جزء ۲ ص۲۱۴)۔ اس حدیث کی ایک سند میں حضرت ابوبکرہؓ کے یہ الفاظ ہیں :۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ کے ساتھ میں رکعت نہ پا سکوں لہذا میں تیزی سے چلا۔ (جزء القراءۃ ص۴۷) اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن مروان ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں :۔ یہ مجہول ہے (تہذیب التہذیب) لہذا یہ حدیث ضعیف ہے اور ناقابل حجت ہے۔ خلاصہ : ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے۔ رکوع میں ملنے کی صورت میں ثناء اور قراءت دونوں کا رکن نہیں ملتا لہذا رکعت کیسے ہو سکتی ہے؟ (ذوف احادیث کے عوض دیکھنے کے لئے "صلوٰۃ المسلمین" دیکھئے)